© rasailojaraid.com

کے اوائل میں یہاں سے چلا گیا۔اب عرصہ دس (۱۰) سال سے لاہور میں ہی کام کر رہا ہوں۔

استاذی المکرّم حافظ عبدالحمید عامر حفظہ اللہ نے مجھے اپنے تعارف کا حکم فرمایا۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی **اَلامْرُ فَوْقَ الْاَدَب** کے تحت چند باتیں لکھ رہا ہوں خودستائی مقصود نہیں ہے۔میں نے تدریس کے ساتھ یہاں پر خطابت، فتویٰ، لائبریری کی نظامت کی ذمہ داری بھی ادا کی ہے۔خطابت کا تعلق کوٹلہ آئمہ کی پرانی مسجد سے ہے جہاں ایک موقعہ پر مشترکہ خطبہ شروع ہوا تھا۔جس کے روح رواں حکیم راجہ محمد تسلیم بھٹی مرحوم تھے جن کے بیٹے ڈاکٹر عاطف جواد اہل حدیث یوتھ فورس کا کام کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ پرانی سلومی مسجد میں بھی خطابت کی۔ حضرت مولانا صبیح الدین مرحوم کی آخری طویل بیماری کے ایام میں چند ماہ تک مسجد علیاء میں بھی خطیب رہا۔حافظ عبدالحمید صاحب کی نیابت میں جامع مسجد سلطان میں بھی متعدد مرتبہ خطبہ دیا۔ یہاں سے اپنے علاقے لاہور چلے جانے کے بعد بھی اُن تمام کاموں کے ساتھ بہت تعلق رہا۔ چھ برس تک تدریس میں صحیح بخاری شریف پڑھائی۔ جماعتی رسائل میں مضامین لکھے۔عربی سے اردو میں کتب کے تراجم لکھے جن کی تعداد سولہ (۱۶) ہے۔مکمل قرآن پاک کی تفسیر بصورت دورہ تفسیر پڑھائی۔رمضان المبارک میں فجر اور تراویح کے بعد خلاصہ قرآن پاک سترہ مرتبہ بیان کر چکا ہوں۔ جماعتی طور پر لاہور ضلع کا ناظم اعلیٰ بننے کے بعد مختلف ذمہ داریوں پر رہا۔عرصہ چھ برس سے صوبائی کابینہ میں ہوں۔مرکزی تنظیم کی دو کمیٹیوں کا بھی رکن ہوں۔ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی/ مؤسسۃ الفرقان الخیریۃ پشاور دفتر کیلئے پنجاب کے آئمہ اور دُعاۃ کا نگران بھی ہوں۔تراجم میں مشکوٰۃ شریف۔فقہ السنہ (۳) حصے۔ تفسیر سورۃ نور۔فتاویٰ علماء البلد الحرام ۱۳۰۰ صفحات۔المنجد فی اللغۃ اغاثۃ اللھفان نمایاں طور پر شامل ہیں۔

علامہ محمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ: حدیث شریف میں ہے تم اپنے فوت شدگان کی خوبیاں ذکر کرو۔علامہ محمد مدنی مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔بانی جامعہ کے جنازے سے اگلے روز بتاریخ ۱۸۔اکتوبر ۱۹۸۶ء کو قائد جمعیت علامہ احسان الٰہی ظہیر جمعیت کے نائب ناظم اعلیٰ مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی و دیگر ذمہ داران کے ہمراہ جہلم آئے۔اُنہوں نے حافظ عبدالغفور صاحب کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا۔اس موقع پر علامہ محمد مدنیؒ کو مرحوم بانی جامعہ کی جگہ پر جمعیت اہل حدیث پنجاب کا امیر بنا دیا گیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مدنی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن وغیرہ مدارس میں زیر تعلیم رہے۔پھر اعلیٰ تعلیم کیلئے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔وہاں سے نمایاں کامیابی کے ساتھ سند فراغت حاصل کی۔جب وطن عزیز میں واپس آئے تو والد محترم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجازت اور اہل گجرات کے اصرار پر رونٹی والی مسجد میں پھر خطابت شروع کر دی جہاں مدینہ منورہ روانگی سے قبل آٹھ سال تک مستقل خطابت کرتے رہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد تدریس چھوڑ دی۔ اور صرف خطبہ کیلئے گجرات جاتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب گجرات میں بڑے بڑے لوگ تھے۔ مثلاً دیوبندیوں میں خطیب دلپذیر سید عنایت اللہ شاہ بخاری۔ بریلویوں میں مفتی مولوی احمد یار خان نعیمی۔ سیاست میں چوہدری ظہور الٰہی کا نام گونجتا تھا۔ الغرض! ان بڑے لوگوں کی موجودگی میں علامہ مدنیؒ نے اپنے علم، عمل، کردار اور شاندار انداز خطابت کی بناء پر جلد ہی شہر میں اپنا مقام بنالیا۔ علمی طور پر وہ مرجع بن گئے مرحوم میں خطابت کی بہت خوبیاں تھیں (۱) خطبہ موضوع پر دینا (۲) دلائل سے بات کرنا (۳) مثالیں دینا (۴) برمحل اردو اشعار (۵) لگی لپٹی نہ رکھنا وغیرہ۔ ایک دفعہ سورۃ فاتحہ کا درس بعد نماز فجر مسجد السلطان میں روزانہ شروع کیا تو ایک مہینہ سے زیادہ تک جاری رہا اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کیسے استحضار علم والے آدمی تھے۔ وہ ایک کامیاب مدرس تھے پہلے وہ اسباق باقاعدگی سے پڑھاتے رہے۔ جب راقم اس جامعہ میں گیا اُن دنوں اُن پر ذمہ داریاں زیادہ پڑ گئی تھیں اس لیے باقاعدہ اسباق نہ پڑھا سکتے تھے۔ ان کے چھوٹے تمام بھائی پڑھایا کرتے تھے۔ حافظ عبدالحمید عامر صاحب بیرون ملک دورہ پر گئے۔ تو ان کے اسباق علامہ مدنیؒ کے ذمہ آگئے۔ ہماری کلاس ثالثہ متوسطہ میں عربی ادب کی معروف کتاب ''کلیلہ ودمنہ'' حافظ عبدالحمید صاحب کی جگہ پر علامہ مدنی صاحب نے پڑھائی چند دن پڑھایا لیکن خوب پڑھاتے تھے۔ انتظامی معاملات کی بہت مہارت رکھتے تھے جامعہ کے متعدد شعبے اور جہلم و بیرون شہر کی کئی مساجد کے انتظامات پر گہری نظر رکھتے تھے بعض مقامات پر سال سے زائد عرصہ تک نہ جاتے لیکن وہاں کی پل پل کی خبر رکھتے تھے۔ ملکی اور بین الاقوامی سفروں میں اُن کو ایک خاص خداداد ہمت حاصل تھی۔ آرام کی پروا کیے بغیر لمبے روٹ بناتے اور بغیر رکاوٹ کے طے کرتے جاتے تھے۔ اب آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے اللہ کریم اس سفر میں بھی اُن کا حامی و ناصر ہو۔

ے صبح سفر شام سفر اس دنیا کا انجام سفر

اُن میں قائدانہ صلاحیتیں بھی تھیں۔ وہ پہلے جماعت کے صوبائی امیر رہے پھر تادم حیات مرکزی نائب امیر رہے۔ کچھ عرصہ جماعت کے شعبہ مساجد کے چیئرمین بھی رہے۔

اُن کی قائدانہ صلاحیتیں اس وقت نکھر کر سامنے آئیں جب کویت پر قبضہ اور سعودی عرب پر حملہ کی عراقی دھمکیوں کے خلاف انہوں نے تحفظ حرمین شریفین موومنٹ نامی تحریک کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کے ملک بھر میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑے بڑے جلسے اور جلوس ہوئے۔ عراقی سفارتخانہ کی جانب سے مبینہ طور پر ان کو متعدد مرتبہ ڈرایا دھمکایا گیا۔ لیکن بعض قریبیوں کے مشورے کے باوجود یہ اس تحریک سے بالشت بھر بھی پیچھے نہ ہٹے۔ وہ استقامت کا پہاڑ تھے۔ ﴿لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم﴾ کی عملی تصویر تھے۔

ہو پاک دامنوں کو خلش گر سے کیا خطر
خدشہ نہیں ہے آنکھ کو پلکان کے خار کا

وہ نماز کی بہت پابندی کرنے والے اور شب زندہ دار بھی تھے۔ اس چیز نے ان کو ذات باری تعالیٰ پر اعتماد اور توکل کا بے شمار حصہ عطا کر دیا تھا۔ رات کے بعض حصوں میں اُن کو اکیلے میں ہاتھ اُٹھائے میں نے لمبی دُعائیں کرتے بھی دیکھا ہے اے مولا کریم! دُنیا تو گزر چکی۔ تو آخرت کے بارے میں ان کی دُعائیں قبول فرما۔ آمین۔ اساتذہ کرام خصوصاً حضرت شیخ الحدیث مولانا پیر محمد یعقوب قریشی رحمہ اللہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ طلباء پر بہت شفیق تھے۔ ہونہار طلباء کی خاص حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ اس ناکارہ پر بہت مہربان تھے۔ ایک دفعہ راقم جہلم سے تدریس چھوڑ کر کہیں اور جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ وہ مجھے جہلم میں رکھنے کیلئے بالخصوص ہمارے گھر شاہدرہ لاہور تشریف لائے۔ اور میرے والد گرامی سے ملاقات کی۔ تنخواہ بھی تقریباً دو (۲) گنا کر دی۔ مجھے پھر جہلم میں ہی رہنا پڑا۔ جب علامہ مدنی تشریف لائے تھے اس وقت بقول شاعر حالت کچھ یوں تھی۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے اللہ کی رحمت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

علامہ محمد مدنی نے ۱۸۔ فروری ۲۰۰۲ء کو وفات پائی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

جامعہ علوم اُثریہ: یہ اس شہر میں جماعت کا بنیادی ادارہ اور خاندان حضرت مولانا حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ کی خدمات کا مرکز ہے۔ یہاں سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء کرام اور حفاظ فارغ التحصیل ہیں۔ مجھے ان میں سے نامور لوگوں کی فہرست میسر نہیں ہے۔ یقیناً یہ ایک لمبی فہرست ہے۔ اس جامعہ کا بنیادی شعبہ درس نظامی ہے جو تقریباً ایک صدی سے جاری مدرسہ دارالحدیث جہلم کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ اس کی عمارت بھی دلکش اور خوبصورت ہے۔ اللہ پاک اس کی تعمیر کے حصہ داروں کو جزائے خیر سے نوازے۔ دوسرا شعبہ حفظِ قرآن کا ہے۔ جس کی شاخیں جامعہ سے باہر مساجد میں بھی ہیں۔ اس میں بڑی تعداد میں طلباء قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں۔ تیسرا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعبہ عصری علوم کا ہے جسے اُثریہ سکول کا نام دیا گیا ہے اس کی کارکردگی سے بھی تفصیلی وضاحت اور خدمات کے بیان کیلئے دفاتر درکار ہیں۔ ہم چند دیگر شعبوں کا ذکر کرتے ہیں:

جامعہ اُثریہ للبنات: یہ طالبات کی دینی تعلیم کا اقامتی ادارہ ہے۔ اس میں سینکڑوں طالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ اس کی متعدد شاخیں بھی ہیں۔ شاید اس جامعہ کا شعبہ درسِ نظامی جامعہ علوم اُثریہ کی نسبت سے پُررونق ہے اس میں خاصی تعداد ہے۔ یہ ادارہ خواتین کے حوالہ سے ملک بھر کے چند نمایاں اداروں میں شامل ہے۔

المکتبۃ المرکزیۃ: یہ جامعہ اُثریہ کی لائبریری ہے۔ جو ہزاروں کتب پر مشتمل ہے۔ اس میں نادر مخطوطات اور قیمتی نسخے بھی ہیں۔ اس لائبریری میں قائم مجلس التحقیق الاثری کے تحت بیسیوں کتب شائع کی جا چکی ہیں۔ جو بیشتر عربی میں ہیں۔ چند اردو کتب بھی ہیں۔ لیکن اردو اشاعت پر توجہ کی ضرورت ہے بالخصوص حضرت مولانا حافظ عبدالغفور جہلمیؒ کی کتب اور علامہ مدنیؒ کی تحریر جو قادیانیوں کی مخالفت میں لکھی گئی تھی ناپید ہوتی جارہی ہیں۔

ماہنامہ حرمین: تقریباً ۱۹۹۰ء سے جاری یہ ماہنامہ صحافتی دُنیا میں اپنا اچھا مقام رکھتا ہے اس کی فائل جمع رکھنے والی اور لائبریری کی زینت بنانے والی ہے۔ اس کے سائز میں تبدیلی کمپوزنگ کالم وائز، پوائنٹ کی تبدیلی، کاغذ کی بہتری کی ضرورت ہے۔ کئی دفعہ دو ماہ بعد آتا ہے۔ اس کا تسلسل برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس میں مقامی جماعتی خبروں کا پوائنٹ مزید چھوٹا کر کے زیادہ علاقائی نمائندگی کی ضرورت ہے۔ اس میں تبصرہ کتب بھی نہیں کیا جاتا وہ بھی ہونا چاہیے۔

شعبہ مساجد: جامعہ کی طرف سے جہلم شہر گردونواح، دیگر اضلاع اور شہروں میں سینکڑوں مساجد تعمیر کی گئی ہیں بعض کے خرچ کے انتظام کا بھی جامعہ ذمہ دار ہے۔ اس سلسلہ خیر میں مخیّر حضرات کو دستِ تعاون بڑھانا چاہیے۔

تبلیغ وافتاء: یہاں سے مختلف پسماندہ علاقوں میں دین کی تبلیغ کیلئے مبلغین بھی روانہ ہوتے ہیں نیز ہر قسم کے پیش آمدہ دینی مسائل پر فتویٰ بھی جاری کیا جاتا ہے۔

نظم جماعت: یہ ادارہ اور اس کے تمام متعلقین مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان سے وابستہ ہیں جو ملک بھر کے اہل حدیث کی اصل نمائندہ تنظیم ہے۔ جامعہ کے رئیس جماعت کے ضلعی امیر بھی ہیں۔ مرکزی جمعیت، اہل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث یوتھ فورس اور اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ضلعی دفاتر بھی یہاں پر ہیں۔علامہ مدنی مرحوم کے ہونہار صاحبزادے سعد مدنی ان دنوں اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان کے مرکزی صدر ہیں۔

اُثریہ ٹرسٹ ہسپتال بھٹیال و اُثریہ فری ڈسپینسری: چک جمال روڈ پر اُثریہ ٹرسٹ ہسپتال بھٹیال ایک عرصہ سے جاری ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ہسپتال میں کسی تقریب کے موقع پر نامور سیاستدان بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم، بطور خاص تشریف لائے تھے۔اس حوالہ سے جامعہ کے دیرینہ معاون، جہلم کی معروف سیاسی وسماجی شخصیت جناب میاں نعیم بشیر اوران کے والد مرحوم کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔

ہسپتال کے علاوہ جامعہ سے ملحقہ اُثریہ فری ڈسپینسری شہر میں کام کررہی ہے۔ جامعہ میں ہر سال یہاں پر فری آئی کیمپ منعقد کیا جاتا ہے۔جس میں غریب لوگوں کی آنکھوں کے فری آپریشن کیئے جاتے ہیں۔لینز لگائے جاتے ہیں کیمپ میں جملہ ادویات اور رہائش وخوراک بالکل فری مہیا کی جاتی ہے۔

؎ یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اس کے علاوہ بھی جامعہ کی بہت سی خدمات ہیں۔میں کس کس کا ذکر کروں اور کس کس بات کو چھوڑوں۔

؎ کچھ قمریوں کی یاد ہیں کچھ بلبلوں کو حفظ
چمن میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستان کے ہیں

(جاری ہے)

قاری عبدالغفور راشد کی رحلت

دارالحدیث راجووال ضلع اوکاڑا کے بڑے ہی محنتی مدرس قاری عبدالغفور راشد 14 اگست بروز منگل وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ضلع قصور کے علاقے بونگی کلیاں میں پیدا ہوئے تھے۔ دارالحدیث راجووال میں قرآنِ کریم حفظ کیا۔ دارالحدیث کی مسجد کی تعمیر میں انہوں نے بڑی جدوجہد کی۔ ۱۹۴۹ء میں خود اپنے ہاتھوں سے پھول دار ٹائلیں اور بالے وغیرہ انہوں نے ہی لگائے تھے اور فقط دو دن میں یہ چھوٹی سی مسجد تعمیر کر دی تھی۔ قرآنِ کریم ایک سال میں یاد کرلیا تھا پھر اسی مدرسہ میں تدریس شروع کردی تھی۔ ان کے بے شمار شاگرد ہوئے ہیں اور یہ شاگرد آج اساتذہ میں شامل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الملک (سلطان) عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود اور تاریخ واقعات انہدامِ قبور

تحریر: مفسر قرآن حضرت مولانا حافظ صلاح الدین یوسف۔ لاہور

سرزمین فارس۔ ایران۔ میں جناب خمینی کی رہنمائی میں جو انقلاب آیا، اس کی بابت بڑے زور شور سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہ ''اسلامی انقلاب ہے'' اور عالم اسلام کی رہنمائی کیلئے مسلمانوں کو خمینی کی شکل میں ایک ''عظیم قائد'' مل گیا ہے۔ اس ادعائی پروپیگنڈے سے اچھے اچھے باخبر لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں بہت سے لوگ مغالطّوں کا شکار ہوگئے اور بہت سوں نے انقلاب ایران سے حسین امیدیں وابستہ کرلیں۔ لیکن فراست ایمانی سے بہرہ ور اہل علم اور شیعہ مذہب کی حقیقت سے باخبر حضرات مذکورہ مغالطّوں کا شکار نہیں ہوئے۔ انہوں نے اسے خالص شیعہ انقلاب ہی سمجھا جس سے گذشتہ تاریخ کی روشنی میں خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ اسے انہوں نے بجا طور پر امت مسلمہ کیلئے سخت خطرناک قرار دیا اور مسلم عوام کو اس کے دام ہم رنگ زمین سے بچانے کی کوشش کی۔ الحمدللہ ان کی کوشش سے اور خود ایرانیوں کے اسلام دشمن کردار اور رویے سے مسلم عوام پر انقلاب ایران کی اصل حقیقت واضح اور آشکارا ہوگئی بالخصوص ایام حج میں مقامات مقدسہ میں چند سال وہ جس قسم کی ہنگامہ آرائی کرتے رہے مکہ مکرمہ میں سیاسی، مذہبی جلوسوں کے ذریعہ قتل وغارتگری کا بھرپور مظاہرہ بھی کیا اور جس کے نتیجے میں سینکڑوں افراد لقمہ اجل بن گئے جن میں زیادہ تر تعداد ایرانی مظاہرین ہی کی تھی حرمین شریفین (زادھما اللہ عزاً و شرفاً)۔ میں ہنگامہ آرائی اور فساد انگیزی نے ایرانیوں کے مکروہ عزائم کو طشت از بام اور انقلاب ایران کی حقیقت کو عریاں کردیا ہے۔ علاوہ ازیں پاک و ہند اور لندن وغیرہ میں ایرانی زعماء نے کچھ نام نہاد سُقّنی اصحاب جبہ و دستار کو اپنے ساتھ ملا کر ''حج سیمینار'' ''المقدس سیمینار'' اور ''حجاز کانفرنس'' کے خوش نما عنوانات سے اجتماعات کیے، جن میں عالم اسلام کی واحد اسلامی مملکت اور حرمین شریفین کی محافظ حکومت کے خلاف زہر اگلا گیا۔ اس پر الزام تراشی کرکے اسے بدنام کرنے کی مذموم سعی کی گئی اور عجیب عجیب قسم کے مضحکہ خیز مطالبات کیے گئے۔

مثلاً:۔ مکہ مکرمہ و مدینہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ ان کا انتظام عالم اسلام کے نمائندوں پر مشتمل کسی کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کا ازالہ کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان تمام پہلوؤں پر جن کا تعلق ان مطالبات سے ہے اہل علم و اہل قلم ان پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں اس مقالے میں صرف آخری نکتے کے ضمن میں ایک پہلو کی وضاحت کرنی مقصود ہے اور وہ ہے اس کا تاریخی پس منظر یعنی وہ مقامات مقدسہ کون سے ہیں جن کی بے حرمتی کا دعویٰ کر کے اس کے ازالہ کا مطالبہ مسلسل کیا جارہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حرمین شریفین میں مسلمانوں کے مقامات مقدسہ حرم کعبہ، مسجد نبوی ﷺ، روضہ رسول ﷺ اور دیگر مساجد ہیں اور یہ بحمد اللہ تمام کے تمام نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ ان کا انتظام ایسے اعلیٰ پیمانے پر سعودی حکومت نے سنبھالا ہوا ہے کہ جسے انسانی مساعی کی آخری حد کہا جاسکتا ہے۔ جس کی تصدیق ہر حاجی سے کی جا سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کے علاوہ وہ کون سے مقامات مقدسہ ہیں جن کی بے حرمتی یا انہدام کا الزام سعودی حکومت پر لگایا جاتا ہے اور اس کے ازالے کا مطالبہ کیا جارہا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ آج سے ساٹھ سال قبل کا واقعہ ہے جب سعودی حکومت کے بانی یعنی والی نجد و حجاز سلطان عبد العزیزؒ نے شریعت اسلامیہ کے مطابق ان تمام مقبروں کو جو قبہ نما بنی ہوئی تھیں اور شریعت سے بے خبر عوام وہاں غیر شرعی حرکات کرتے تھے، ڈھا دیا تھا اور ان کو عام سادہ قبروں کی طرح بنادیا تھا کہ عوام آئندہ اس گمراہی میں مبتلا نہ ہوں جس طرح پہلے چلے آرہے تھے۔ ان پختہ قبروں اور قبوں کو ہی یہ حضرات مقامات مقدسہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ مزارات ہیں یعنی جائے زیارت اور متبرک مقامات حالانکہ حدیث (رسول ﷺ **لاتشد الرجال الا الی ثلاثۃ مساجد**)۔ (الحدیث) کی رو سے ایسے متبرک مقامات جن کی زیارت کیلئے شد رحال کی اجازت ہے صرف تین ہیں مسجد حرام مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ۔ اس حدیث کے مطابق ان تین مقامات جن کی زیارت کیلئے شد رحال کی اجازت ہے صرف تین ہیں مسجد حرام مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ۔ اس حدیث کے مطابق ان تین مقامات کے علاوہ کسی جگہ کیلئے بطور خاص تقربی سفر جائز نہیں ہے۔ لیکن اہل تشیع اور اہل سنت کے لیبل سے آراستہ ایک گروہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے پیروکار جو پختہ قبر، قبہ اور گنبد نما عمارت کو مقدس، متبرک اور مزار (جائے زیارت) سمجھتے ہیں شد رحال کر کے وہاں جانے کو نہایت سعادت کا باعث ہی نہیں گردانتے قضائے حاجات کیلئے بھی اکسیر سمجھتے ہیں۔ قبروں میں مدفون افراد و اشخاص کو حاجت روا، مشکل کشا، سمیع و بصیر، نافع و ضار، متصرف الامور اور دیگر الٰہی صفات سے متصف مانتے ہیں جس کا مشاہدہ پاک و ہند ایران اور دیگر ملکوں میں کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قبروں پر خانہ کعبہ کی طرح طواف کیا جاتا ہے، خانہ کعبہ ہی کی طرح انہیں منوں عرق گلاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے غسل دیا جاتا ہے حج کی طرح سالانہ عرس کیے جاتے ہیں اور انہیں حج کا مترادف سمجھا جاتا ہے ان کے نام کی نذر نیازیں دی جاتی ہیں ان کی قبروں پر سجدہ تک روا رکھا جاتا ہے، ان کے نام کی بعض جگہ نمازیں تک پڑھی جاتی ہیں ان سے استمداد اور استغاثہ کیا جاتا ہے، الغرض ان قبروں میں مدفون افرد کو مقام الوہیت پر فائز اور ان مقامات کو خانہ کعبہ کی طرح متبرک ومقدس سمجھا جاتا ہے۔ یوں شریعت اسلامیہ کے بامقابل ایک نئی شریعت بنالی گئی ہے اور دین اسلام کے متوازی ایک نیا دین گھڑ لیا گیا ہے جس میں سنت کی جگہ بدعت اور توحید کی جگہ شرک کی فرمانبرداری ہے جہاں خوف ورجاء کا مرکز اللہ کی ذات نہیں مردہ بزرگ ہیں اور جہاں ان فوت شدگان ہی کو تمام اختیارات کا منبع اور سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی مرد مومن، جس کو اللہ تعالیٰ تمکن فی الارض عطا فرمائے اقتدار واختیار سے بہرہ ور کرے اور جلال شاہی سے نوازے، یہ کاروبار لات ومنات برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ والی نجد وحجاز سلطان عبدالعزیزؒ کے زیر نگیں جب یہ مقدس مقامات (حرمین شریفین) آئے اور انہوں نے دیکھا کہ

ے مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

کے مصداق لوگ پختہ قبروں اور قبوں کو پوجتے ہیں انہوں نے اپنی لو اللہ سے لگانے کی بجائے مُردوں سے لگائی ہوئی ہے تو انہوں نے وہی کام کیا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں کیا تھا اور جسے بعد میں پھر حضرت علیؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں کیا کہ تمام پختہ قبریں اور قبے ڈھا دیئے اور انہیں عام قبروں کی طرح کر دیا تا کہ شریعت سے ناواقف عوام پہلے کی طرح وہاں مشرکانہ امور سرانجام نہ دے سکیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوالہیاج اسدی کو یہ فرمایا کہ ”کیا میں تمہیں اس کام پر مأمور نہ کروں جو رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے کروایا تھا اور وہ یہ کہ جاؤ جو بھی تصویر، مجسمہ (تمثال) تمہیں نظر آئے، اسے مٹا دو، اور جو قبر زیادہ اونچی ہو اسے برابر کردو“۔ (عن أبی الھیاج الأسدیؒ قال قال لی علی بن أبی طالب: ألا أبعثک علی ما بعثنی علیه رسول ﷺ أن لا تدع تمثا لاً الا طمسته ولا قبراً مشرفاً الاسویته) [صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر حدیث نمبر ۹۶۹]

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قبروں کو پختہ (چونا گچ۔ سمنٹ) کرنے، ان پر مجاور بن کر بیٹھنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (نھیٰ رسول ﷺ أن یجصص القبر وأن یقعد وأن یبنیٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیه)[صحیح مسلم، کتاب الجنائز، ج۲،ص ۶۶۷، حدیث نمبر۹۷۰ طبع بیروت] ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر کوئی عمارت بنانے سے منع فرمایا''۔ نیز رسول ﷺ نے یہود ونصاریٰ پر اس وجہ سے لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا۔

(لعن الله اليهود النصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد)[صحیح مسلم، حدیث نمبر۵۳۰] ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ یہود ونصار پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا''۔

(الا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيا ئهم و صالحيهم مساجد ألا فلا تتخذوا القبور مساجد انى أنها كم عن ذلك)[صحیح مسلم، ج۱،ص ۳۷۸، حدیث نمبر۵۶۳۲] ایک اور حدیث میں ایسے لوگوں کو، جو نیک آدمیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (عبادت گاہ) بنا لیتے ہیں، عنداللہ بدترین خلائق قرار دیا۔فرمایا۔(ان أولئك اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجداً وصوروا فيه تلك الصور أولئك شرار الخلق عندالله يوم القيامة)[صحیح مسلم، ج۱،ص ۳۷۶، حدیث نمبر۵۶۸، طبع بیروت کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ] اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (فلو لا ذلك أبرز قبره غير أنه خشي أن يتخذ مسجداً)۔ نبی ﷺ کی قبر بھی اسی اندیشہ کی وجہ سے کسی کھلی جگہ کی بجائے، حجرے کے اندر بنائی گئی۔[صحیح مسلم، ج۱،ص ۳۷۶] سلطان عبد العزیزؒ نے اسلام کی ان واضح اور دوٹوک تعلیمات کی روشنی میں پختہ قبروں اور قبوں کو ڈھا کر تمام قبروں کو یکساں کر دیا۔قبریں، بالخصوص صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کی قبریں بلاشبہ قابل احترام ہیں جن کی بے حرمتی قطعاً جائز نہیں۔لیکن اگر کسی جگہ قبریں پختہ بنا دی جائیں اور ان پر قبہ نما عمارتیں کھڑی کر دی جائیں تو شریعت اسلامیہ کے مطابق ان قبروں اور قبوں کو ڈھا کر انہیں عام قبروں میں تبدیل کر دینا، قبروں کی بے حرمتی قطعاً نہیں ہے بلکہ یہ عین اسلام ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عمل ہے اور تعامل خیر القرون کے بالکل مطابق ہے۔

سعودی حکومت کا عظیم تاریخی واسلامی کارنامہ

بانی مملکت سعودیہ جناب سلطان عبد العزیزؒ نے یہی کام کیا ہے جس کی وضاحت اور تاکید حضرت علیؓ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مذکورہ بالا روایت اور دیگر روایات میں کی گئی ہے اور جس پر الحمد للہ ان کے فرزندان والا تبار حفظہم اللہ تعالیٰ بھی گامزن ہیں یہ اسلام کی ایک نہایت عظیم الشان خدمت ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اس دور میں آل سعود اور آل شیخ کو عطا فرمائی۔ جزاھم اللہ أحسن الجزاء عن جمیع المسلمین ۔ پختہ قبریں ڈھانے کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کیا، کسی قبر کی بے حرمتی نہیں کی، کسی مقام مقدس کو انہوں نے نہیں ڈھایا۔ لیکن بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند میں جو اسلام رائج ہے اس میں پختہ قبریں اور ان پر قبوں کی تعمیر نہ صرف جائز ہے بلکہ وہاں پوجا پاٹ کے دیگر مراسم بھی بکثرت بجالائے جاتے ہیں اس لئے اس قسم کے لوگوں نے اس وقت بھی سلطان عبدالعزیز کے خلاف یہی پروپیگنڈہ کیا تھا جس کا اعادہ اب ۶۰ سال کے بعد کیا جارہا ہے۔

یہ ۱۹۲۴ء، ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے۔ راقم چاہتا ہے کہ اس کی ضروری تفصیل یہاں پیش کردی جائے تا کہ ایک تو پروپیگنڈے کی حقیقت واضح ہو جائے۔ دوسرے سلطان عبدالعزیز کے اقدام کی نوعیت سے لوگ آگاہ ہو جائیں اور عوام کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ اس سلسلے کے حقائق و واقعات اس دور میں شائع ہو چکے ہیں جب سلطان عبد العزیز (والد شاہ فیصل و شاہ خالد و شاہ فہد وغیرہم) نے سرزمین حرمین سے شریف حسین مکہ (جو انگریز کا حمایتی و طرفدار تھا اور جس نے عملاً عالم اسلام کے مسلمانوں کیلئے حج کرنا انتہائی دشوار بنادیا تھا) کا اقتدار ختم کر کے نجد و حجاز کا انتظام سنبھالا اور تمام پختہ قبریں مسمار کر کے ان کو شریعت اسلامیہ کے مطابق کر دیا تھا۔ سلطان کے اس اقدام کو تو چونکہ خلاف شریعت ثابت نہیں کیا جاسکتا تھا، اس لئے تو ہم پرست لوگوں نے الزام تراشی کا راستہ اختیار کر کے اپنے دل کا بخار نکالا اور اس طرح کی من گھڑت چیزیں پھیلائیں کہ سلطان عبدالعزیز نے کئی مسجدیں مسمار کردی ہیں، قبروں کی بے حرمتی کرنے سے بھی باز نہیں آئے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس دور میں تحقیق حال کیلئے ہندوستان (متحدہ ہند) سے علماء کا ایک وفد مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے (جس میں چوٹی کے علماء و اعیان اور ممبران کونسل شامل تھے) خود حجاز گیا اور وہاں کے تمام حالات کا جائزہ لیا اور وہاں کے افسران بالا اور خود سلطان عبدالعزیزؒ سے مل کر اصل حالات معلوم کیے، اس وفد نے وہاں سے واپس آکر جو رپورٹ دی۔ وہ اس وقت شائع ہوگئی تھی، یہاں اس رپورٹ سے چند اہم اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں تا کہ انہدام مقبور و قباب کے الزام کی حقیقت واضح ہو جائے۔

وفد مذکورہ نے جب مآثر و مقابر کے گرانے سے متعلق استفسار کیا تو سلطان نے اس کے جواب میں جو کہا، وہ وفد کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مآثر ومبانی کی سردست اس طرح اصلاح کرادی جائے گی کہ ان کا احترام قائم رہے اور یہ محفوظ رہیں لیکن ان کی دوبارہ تعمیر کے متعلق انہوں نے صاف صاف فرمایا کہ بلاد مقدسہ میں صرف شریعت اسلامیہ ہی کے موافق فیصلہ کیا جائے گا اور اسی قانون شرعی کا یہاں نفاذ ہوگا جس کی تشریح سلف صالح اور آئمہ اربعہ نے کی ہے۔ اگر دنیا کے محققین علماء اس کا فیصلہ کردیں کہ دوبارہ ان آثر کا تعمیر کرنا ضروری ہے تو میں سونے چاندی سے انہیں تعمیر کرانے کیلئے مستعد ہوں۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے تمام اور مآثر ومبانی کا جو دنیا کے محققین علماء فیصلہ کریں گے اس کے موافق عمل کیا جائے گا۔ اور علما کے فیصلے سے قبل کی تمام چیزیں اصلی شکل پر قائم رکھی جائیں گی البتہ روضہ الرسول ﷺ کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں اس کا تحفظ اور بقا ہر مسلمان کیلئے فرض ہے اور جس کی حفاظت کیلئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنی جان اور تمام خاندان کو اس پر قربان کردوں گا۔ اس لئے میں نے مدینہ منورہ میں ایسی فوج بھیجی ہے جو مصالح شناس ہے اور ان شاء اللہ وہ تمام آثر کا احترام ملحوظ رکھے گی"۔

ہم (وفد) نے صرف اسی زبانی گفتگو پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان تمام مسائل کے متعلق سلطان عبدالعزیز سے ایک بلاغ لکھوالیا جو رپورٹ کے ساتھ منسلک ہے۔" (رپورٹ صفحہ ۲۱) وفد مذکور نے سلطان مرحوم سے جو تحریری بلاغ (اعلان) حاصل کیا تھا، اس کا ترجمہ رپورٹ ہی سے درج ذیل ہے۔

اعلان عام

عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الفیصل السعود کی طرف سے، مشرق ومغرب کے مسلمانوں کے نام: الحمد لله الذی لا اله الا هو، والسلام علی رسوله محمد ﷺ۔ جو روز قیامت میں شفیع ہونگے۔

اما بعد:۔ یہ کہ میں نے وفد جمعیت خلافت ہند اور جمعیۃ العلماء کے نمائندوں سے ان مسائل کے متعلق گفتگو کی جن کا علم مسلمانوں کو ضروری ہے اور جن کے متعلق ہمارے خیالات کی حقیقت جاننا اہم ہے پورے اخلاص وصراحت کے ساتھ گفت وشنید ہوئی اور اللہ کا شکر ہے ہمارے اور ان کے درمیان تمام مسائل زیر بحث میں پورا اتفاق ہوگیا۔

حق کے دشمن اور باطل کے دوست افتراء کررہے ہیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے اور اپنی سعی باطل سے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کررہے ہیں وہ سیدھے سادے مسلمانوں کے قلوب میں غلط خیالات پیدا کررہے ہیں جنھیں حقیقت حال کا پتہ نہیں ہے اور جو نہیں جانتے کہ ہماری پالیسی کیا ہے؟ ان افتراء پردازیوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تدراک کیلئے میں حسب ذیل اعلان کرتا ہوں جس سے دلائل کی روشنی میں حق و باطل کی تمیز ہو جائیگی۔

۱۔ میں ان قوموں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے ساتھ حق کی مدافعت کی اور ہندوستانی قوم کا خاص طور سے شکر گزار ہوں کہ اس نے ایسے وقت میں عربوں کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور ان کے قضیے کی طرف توجہ کی جب کہ عرب خود آپس کی آویزش و عداوت میں مبتلا ہو کر اپنے دینی اور وطنی فریضے کو بھول چکے تھے۔ میں اس لیے بھی مسلمانان ہند کا خاص طور سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے سب سے پہلے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اللہ انہیں بہتر جزاء دے۔

۲۔ میں اب بھی اسی قول پر قائم ہوں جس کا اظہار میں نے عالم اسلام کو دعوت دیتے وقت کیا تھا۔ مؤتمر کے انعقاد کی ضرورت ہے جو ان امور پر غور کرے جو حجاز کے تمام مسلمانوں کیلئے اہمیت رکھتے ہیں۔ راستے کی اصلاح و حفاظت ہر زائر کیلئے راحت و آرام کے وسائل کی فراوانی، ڈاک وغیرہ کے امکان کی سہولت، ایسے امور کے انتظام کے متعلق حجاز میں ہم اور وہ مل کر ذمہ داری قبول کریں۔ راستے کھلنے کے بعد ہی عنقریب ایسی مؤتمر اسلامی کی دعوت پھر دی جائے گی۔

۳۔ حجاز کی کامل آزادی کی حفاظت ہم اپنی جان تک سے کریں گے کہ غیر مسلم کا اثر حجاز میں قائم نہ ہو۔ اس میں ہمارے دین و شرف کی حفاظت ہے۔

۴۔ بلادِ مقدسہ کا قانون عام شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوگا اور تمام مسائل کا فیصلہ غور و خوض کے بعد تمام ممالک کے محقق علماء کریں گے۔

۵۔ میں اس بات کو نہایت زور و تاکید کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ مدینہ منورہ ﴿حرماً آمناً﴾ کی حیثیت رکھتا ہے اس میں قتل و غارت و بربادی جائز نہیں، اس کے شرف و احترام کی حفاظت کی وجہ سے میں عرصے سے صرف اس محاصرے پر اکتفاء کر رہا ہوں، حالانکہ اس میں بہت مالی نقصان ہو رہا ہے اور اس میں بہت مالی نقصان ہو رہا ہے اور حالانکہ اللہ کی مدد سے میں مدینہ منورہ پر ایک گھنٹے میں قبضہ کر سکتا ہوں لیکن بلاد و عباد کی سلامتی چاہتا ہوں میں نے لشکر کو حکم دے دیا ہے کہ کسی صورت بھی مدینے پر ہجوم نہ کرے اور اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ دشمن خود ہتھیار ڈال کر حوالے نہ کر دے۔ مدینہ منزرہ میں جو عمارتیں ہیں ان کے متعلق سابقہ دفعہ کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارے دشمن مشہور کر رہے ہیں کہ جب ہم مدینہ پر قبضہ کریں گے تو روضہ رسول اللہ ﷺ کو منہدم کر دیں گے، حاشا، کوئی مسلمان ہرگز ایسا نہ کرے گا، اگر کوئی ایسا کرے تو میں اس کی حفاظت میں اپنی جان، مال اور اولاد قربان کر دوں گا میں اللہ کے حرم مکہ اور رسول ﷺ کے حرم مدینہ منورہ میں کوئی فرق نہیں کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینے کو حرم بنایا جس طرح سیدنا ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم کیا میری اللہ سے دعا ہے کہ اس کام کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو۔ (۲۸ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ مہر سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود)

اعلان کے مطابق عمل

احترام مدینہ کے سلسلے میں سلطان (الملک) عبدالعزیز نے جو یقین دہانی کرائی تھی اس پر کتنی سختی سے عمل درآمد کرایا گیا، اس کا اندازہ سلطان کے ان احکام سے کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے اپنی اس فوج کو دیئے جو مدینے کو فتح کرنے پر مامور تھی۔ اس کی کچھ تفصیل اسی دور کے ایک ہندوستانی اخبار نے حجاز کے ایک مؤقر اخبار کے حوالے سے شائع کی تھی، جو حسب ذیل ہے:

''اسی ہفتے کی ڈاک سے ہمارے پاس ''ام القریٰ'' کا جو پرچہ پہنچا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سعود نے مزید احتیاط کیلئے نجد کے ایک مشہور عالم شیخ عمر بن سلیم کو مدینہ منورہ بھیج دیا ہے تاکہ وہ شروعی حیثیت سے محاصرہ فوج کی نگرانی کریں اور دورانِ جنگ میں کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہ کرنے دیں جو حرمت مدینہ کے منافی ہو۔ اس کے ساتھ ایک فرمان فوج کے نام بھی بھیجا، جس میں اللہ کا واسطہ دے کر اسے حکم دیا ہے کہ حدود حرم میں دشمنوں کے خلاف کوئی جنگی کاروائی نہ کریں۔ اخبار ''ام القریٰ'' کا بیان ہے کہ نجدی فوج کو سلطان کے ان پے در پے تاکیدی احکام سے بہت کافی نقصان اٹھانا پڑا ہے، چنانچہ وہ ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ''جب نجدی فوج نے سلطانی احکام کے مطابق ہر قسم کی جنگی کاروائیوں کو بند کر دیا تو مدینے کی محصور فوج کو یہ گمان ہوا کہ اب شاید نجدیوں کی ہمتیں پست ہوگئی ہیں اور یہ سوچ کر انہوں نے عین نماز فجر کے وقت ہمارے کیمپ پر حملہ کر دیا۔ اول اول تو اس اچانک حملے سے ہماری فوج میں سخت انتشار پیدا ہوگیا اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مگر بعد میں اپنی قوت کو مجتمع کر کے ان پر جوابی حملہ کیا اور انہیں مارتی ہوئی مدینہ کے قرب تک پہنچ گئی لیکن عین شہر کے سامنے جبکہ فتح کے دروازے بالکل کھلے ہوئے تھے، دفعتہً شیخ عمر بن سلیم نے فوج کو للکارا کہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"خبردار آگے نہ بڑھنا، سلطان کی نافرمانی تمہیں سخت سزا کا مستوجب بنادے گی"۔

آخر مجبوراً ہماری فوج کو رک جانا پڑا اور مدینے کی فتح مکمل ہوتے ہوتے رہ گئی۔

ان نقصانات سے ابن سعود کی فوج میں جیسی کچھ بددلی پھیل رہی ہوگی، اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے لیکن وہ عالی ظرف انسان احترام مدینۃ الرسول ﷺ کی خاطر نہ صرف ان تمام باتوں کو برداشت کر رہا ہے بلکہ دنیائے اسلام کو مطمئن کرنے کیلئے اپنی فوج کو تاکید کر رہا ہے کہ وہ ذلیل محکوم ہندوستانیوں کے نمائندوں کی نگرانی وہدایت پر عمل کرے حالانکہ کوئی خوددار بادشاہ اپنی فوج کیلئے ایسی ذلت پسند نہیں کر سکتا۔ (اخبار الجمعیۃ، دہلی ۱۰ دسمبر ۱۹۲۵ صفحہ ۲ کالم ۲) یہ تمام تفصیلات شائع شدہ ہیں راقم نے یہ تمام اقتباسات "مسئلہ حجاز پر نظر، مؤلفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم مطبوعہ ۱۹۲۵ء سے نقل کیے ہیں یہ تمام تفصیلات ڈاکٹر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے اپنی کتاب "مولانا ظفر علی خان اور ان کا عہد" میں بھی نقل کی ہیں۔

ایک ضروری وضاحت

وفدِ خلافت کے سلسلے میں یہ وضاحت بھی کر دینی نامناسب نہ ہوگی کہ تین مرتبہ ہندوستان سے خلافت کمیٹی کی طرف سے وفد گئے۔ پہلا وفد ۱۹۲۴ء میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کی قیادت میں گیا جبکہ شریف حسین اور سلطان عبدالعزیز کے درمیان جنگ جاری تھی اس وفد کو شریف حسین کے لڑکے امیر علی نے سلطان عبدالعزیزؒ تک نہ جانے دیا۔ بالآخر دو مہینے کے قیام کے بعد یہ وفد جدہ سے ہی واپس آگیا دوسرا وفد ۱۹۲۵ء میں گیا جس میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد عرفان اور شعیب قریشی وغیرہ تھے، اور اس وقت سلطان کی پیش قدمی جاری تھی جس کی وجہ سے مقابر و مآثر کے گرانے کی افواہیں گرم تھیں اور اس کی وجہ سے ایک خاص طبقے کے جذبات میں گرمی تھی وفدِ خلافت کی جو رپورٹیں ان دنوں شائع ہوئیں جن کا کچھ حصہ مذکورہ صفحات میں نقل کیا گیا ہے اس دوسرے وفد کی ارسال کردہ ہیں۔

تیسرا وفد خلافت ۱۹۲۶ء میں اس وقت گیا جب پورا حجاز سلطان عبدالعزیز کے زیر انتظام آ گیا تھا اور سلطان نے حسب وعدہ ایک مؤتمر اسلامی کا انعقاد کیا تھا جس میں حجاز سے متعلقہ مسائل پر غور و خوض کرنا تھا اس مؤتمر میں شرکت کرنے کیلئے یہ وفد گیا تھا۔ اس کی قیادت بھی پہلے وفد کی طرح مولانا سید سلیمان ندویؒ نے کی تھی اور اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ارکان مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور شعیب قریشی تھے اس موقعے پر دو وفد اور بھی ہندوستان سے گئے تھے ایک اہل حدیث کانفرنس کی طرف اور دوسرا جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے اس مؤتمر میں بھی انہدام قبور وقباب کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا اور ہندوستانی وفد نے اس طرف توجہ دلائی کہ اس معاملے میں عجلت سے کام لیا گیا ہے۔

جس کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ اگر یہی کام عالم اسلام کے محقق علماء کی آراء حاصل کرنے کے بعد کیا جاتا (جو آپ کی رائے سے مختلف نہ ہوتیں) تو زیادہ بہتر ہوتا، اس کے جواب میں سلطان مرحوم نے فرمایا: ''آپ نے جو کچھ کہا صحیح ہے میں دل سے یہی چاہتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ لوگ ہماری قوم سے واقف نہیں ہیں۔ ان کے متعصب قبائل نے دھمکی دی کہ ہم نے اس لئے جہاد اور اپنا جان و مال قربان کیا تھا کہ مراسم شرک کا استیصال اور قرآن وسنت کو قائم کیا جائے۔ اس لئے جلد سے جلد ان قبوں اور عمارتوں کو منہدم کر دیا جائے۔ ورنہ ہم خود ان کو گرا دیں گے۔ اس دھمکی کے بعد ہمارے لیے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا ان کو بزور اس سے روکتے یا گرانے کی اجازت دے دیتے۔ پہلی صورت میں خانہ جنگی کا اندیشہ تھا اور دوسری صورت میں فتنہ وفساد کا جس سے اہل مدینہ کو بھی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑتا اور دوسری عمارتوں کو بھی صدمہ پہنچتا اور ان کا مطالبہ غیر شرعی بھی نہیں تھا بلکہ اللہ اور رسولؐ کے حکم اور کتاب وسنت کے مطابق تھا اس لئے میں نے قاضی القضاۃ سے خواہش کی کہ وہ خود مدینہ جا کر اس کام کو انجام دیں، جو چیز اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مطابق ہے اس میں اختلاف نہ ہونا چاہیے''۔ (دیکھئے حیات سلیمان مطبوعہ اعظم گڑھ، صفحہ ۲۵۷، ۲۵۹)

تائید مزید مولانا سید سلیمان ندویؒ کی وضاحت

مذکورہ تفصیلات کی تائید اس دور کے اکابر اہل علم کی تحریرات وتقاریر سے بھی ملتی ہے چنانچہ مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنے ایک خطبہ صدارت میں جو انہوں نے جمعیت علمائے ہند کے اجلاس ہفتم منعقدہ کلکتہ (۱۹۲۶ء) میں پڑھا تھا، لکھتے ہیں۔ ''اللہ کا شکر ہے کہ حجاز میں بدامنی اور جنگ کے بجائے امن وامان کا دور دورہ ہے، گذشتہ سال جو حاجی گئے اور امسال جو وفد خلافت گیا سب نے راستوں کی مأمونیت اور قبائل کی اطاعت اور حالات کی درستی کی اطلاع دی اور سلطان کی ذاتی خوبیوں اور لیاقتوں کی تعریف کی۔ اثنائے جنگ میں بعض مقدس عمارتوں کے ساتھ بے ادبی کی اطلاعیں بہت کچھ مبالغہ آمیز نکلیں۔ حجاز کے آثار صحیحہ کی بقاء واستحفاظ کی آرزو ہر مسلمان دل میں موجود ہے اور یقیناً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آئندہ مؤتمر اسلامی کا فرض ہو گیا کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری موجودہ حکومت حجاز سے حاصل کرے۔ اس بارے میں جمعیۃ العلماء سے یہ درخواست بے جا نہ ہو گی کہ مقابر و آثار متبر کہ صحیحہ کے متعلق ہر طرح تحقیق کر کے قرآن پاک، احادیث صحیح اور آثار سلف سے جو کچھ شرعی احکام ثابت ہوں ان سے مسلمانوں کو باخبر کرے اور علمائے نجد و حرمین کو بھی اس سے متفق بنانے کی کوشش کی جائے۔ (جمعیۃ العلمائے ہند، مرتبہ پروین روزینہ اسلام آبادی، جلد اول صفحہ ۳۵۷)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تفصیلی وضاحت

مولانا ابوالکلام آزادؒ مرحوم نے بھی اکتوبر ۱۹۲۵ء میں ''امیر ابن سعود اور حرمین شریفین اور گنبدوں کے انہدام کا حادثہ'' کے عنوان سے ایک نہایت فکر انگیز مضمون لکھا تھا۔ اس مضمون سے بھی گزشتہ تفصیلات کی تائید ہوتی ہے لیکن قبل اس کے کہ مولانا آزادؒ کے اقتباسات پیش کیے جائیں اس پس منظر کی وضاحت ضروری ہے۔ جس میں وہ مضمون لکھا گیا تھا۔ سلطان عبدالعزیز سے قبل حجاز (مکہ، مدینہ طائف وغیرہ) کا گورنر شریف حسین تھا جو ترکی کی خلافت عثمانیہ کی طرف سے مقرر تھا شریف حسین خلافت عثمانیہ سے بغاوت کر کے نہ صرف انگریزوں کے ساتھ مل گیا بلکہ اس نے ایک طرف عرب کے بعض دوسرے حصوں مثلاً شام، فلسطین اور عراق میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کیلئے مداخلت کا دروازہ کھول دیا اور دوسری طرف اس نے حرمین شریفین میں ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا حتیٰ کہ مسلمانان عالم کیلئے حج کرنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں سلطان عبدالعزیز جو ان دنوں نجد و ملحقات کا والی تھا، میدان جنگ میں اترنے پر مجبور ہوا، اس نے اپنے ایک جرنیل خالد بن لوئی کو پیش قدمی کا حکم دیا، اس کے نتیجے میں طائف فتح ہو گیا اور مکہ معظمہ کا راستہ کھل گیا۔ انہی ایام میں شریف حسین کی حکومت سے دست برداری کے بعد اس کا بیٹا امیر علی حجاز کا بادشاہ بن گیا، اسی اثناء میں سلطان عبدالعزیز کے عساکر نے حجاز کے باقی حصے بھی مسخر کر لیے۔ آخر امیر علی جدہ چھوڑ جانے پر مجبور ہو گیا۔ نجدی جرنیل (خالد بن لوئی) نے طائف نیز مکہ معظمہ میں بعض قبے منہدم کرا دیئے جہاں لوگ بت پرستوں کی طرح مشرکانہ مراسم عبادت بجا لاتے تھے جس پر سلطان کے مذہبی مخالفین نے شور مچا دیا۔ مولانا آزادؒ نے جب یہ مضمون لکھا تھا اس وقت سلطان عبدالعزیز نجد سے حجاز پہنچ کر مکہ معظمہ میں امور نظم کا کفیل بن چکا تھا۔ تاہم امیر علی جدہ پر قابض تھا جو حاجیوں کی بندرگاہ تھی اور اس نے حاجیوں کیلئے اس بندرگاہ کو بند کر دیا تھا۔ چنانچہ سلطان نے فوراً قنفذہ، لیث اور رابغ کی بندرگاہوں میں حاجیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اترنے کا انتظام کر دیا یوں یہ مضمون گویا حجاز کے آخری فیصلہ ہو جانے اور سلطان عبدالعزیز کے ملک الحجاز والنجد بن جانے سے پیشتر کا ہے۔اب مولانا کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے مولانا نے بعض مقابر ومشاہد کے گنبد گرائے جانے کی خبر سے جو اضطراب پیدا ہوا، اس کے اسباب گنائے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کج اندیش۔ باطل پسند، امیر علی کے ایجنٹوں اور خلافت کمیٹی سے ذاتی عناد رکھنے والوں نے یہ شور مچایا مولانا کے الفاظ میں پیشتر سے مختصر عناصر اور گوشے پیش رفت کار کے منتظر تھے۔اس مہلت نے لطیفہ غیبی کا کام دیا، اب سب یکجا وہم آہنگ ہو گئے علم وتحقیق کے فقدان اور افراط وتفریط کے ذوق، فریقانہ تعصب کی آلودگی اور اہل اغراض واہواء کی فتنہ پردازیوں نے ایک ہنگامہ حقیقت آشوب برپا کر دیا ایک طرف امیر علی کے ایجنٹ ہیں دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہیں مرکزی خلافت کمیٹی یا اس کے بعض ارکان سے ذاتی مخالفتیں تھیں ان کی فرصت طلبی بھلا یہ موقع کیوں جانے دیتی؟ وہ بھی پوری سرگرمی سے شریک کار ہو گئے۔(تبرکات آزاد، مرتبہ مولانا غلام رسول مہر صفحہ ۲۶۲،۲۶۳)

۲۔ دوسرا سبب فرقہ بندیوں کا فتنہ ہے لکھتے ہیں۔"تیسری طرف جسم امت کا مرض مزمن ہے۔یعنی مذہبی فرقہ بندیوں کا فتنہ خوابیدہ اسے بھی چیخ چیخ کر بیدار کیا جا رہا ہے۔بجائے اس کے کہ اصلی معاملے پر اعتدال کے ساتھ رائے قائم کی جائے، کوشش کی جارہی ہے کہ عامۃ الناس میں کسی نہ کسی طرح مذہبی فرقہ بندی کے تعصب کی آگ بھڑک اٹھے۔(صفحہ ۲۶۳)

۳۔ تیسرا سبب عوام کی بھیڑ چال ہے، مولانا لکھتے ہیں۔"مصیبت ہر طرح عوام کیلئے ہے وہ صرف جذبہ وجوش کی مخلوق ہیں نہ ان میں دماغ ہے نہ ارادہ واختیار، فوری تاثر وانفعال ان کا خاصہ مزاج ہے۔ جب چاہے تھوڑی دیر کیلئے برانگیختہ کر دیجئے خصوصاً ایسی حالت میں کہ بہ آسانی مذہبی جذبات ہیجان میں لائے جاسکیں۔اس فتنہ آرائی میں نہ تو اخلاص ہے نہ سچائی، جھوٹ کا کارخانہ کتنا ہی مضبوط بنایا جائے آخر اسے ٹوٹنا اور نابود ہونا ہے۔دوام وثبات صرف حقیقت ہی کیلئے ہیں۔(صفحہ ۲۶۴)

اس کے بعد مولانا نے مسلمانوں کو اتباع حق اور اعتدال فکر کی دعوت دی ہے کہ ہمیں اشخاص اور جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ہمارے پیش نظر صرف مقاصد اور اصول ہیں ہمیں نہ امیر ابن سعود سے کوئی تعلق ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ شریف حسین اور امیر علی سے کوئی ذاتی مخالفت جو کچھ ہے اسلام کیلئے ہے مسلمانوں کیلئے ہے اگر ہم حرمین شریفین کی حفاظت کیلئے بھی اپنے اندر بے طرف دارانہ اور مخلصانہ روح عمل پیدا نہیں کر سکتے تو ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ ہم اسلام کے اہم ترین مقاصد کیلئے کچھ نہیں کر سکتے۔ (صفحہ ۲۶۴) پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

یہ ظاہر و معلوم ہے کہ شریف حسین کا مفسدانہ قبضہ حجاز اسلام اور مسلمانوں کیلئے ایک بدترین تاریخی مصیبت تھا حب الوطنی کے نقطہ خیال سے اس کا اخراج ہر عرب کیلئے ایک فوجی فرض تھا اور شرعی احکام کی رو سے تمام مسلمانان عالم پر فرض کفایہ تھا۔ تاہم مسلمانان ہند اور خلافت کمیٹی نے امیر ابن سعود سے التجائیں نہیں کیں کہ شریف حسین پر حملہ کر دے اور جب اس نے خود بخود حملہ کیا تو شریف کے آگے ہاتھ نہیں جوڑے کہ نامردوں کی طرح بلا مقابلہ بھاگ جائے۔ جو پیش آیا وہ وہاں کی حالت کا قدرتی نتیجہ تھا۔ خود شریف حسین ہی کی بداعمالیاں اس کا باعث ہوئیں۔ زیادہ تر اس کا وہ ظالمانہ طرز عمل باعث ہوا جو نو سال سے اہل نجد کے خلاف عمل میں لایا جا رہا تھا اور ان پر حج کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ جس کی بندش کے بعد مسلمانوں پر قتال واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ خلافت کمیٹی کا فرض تھا کہ اس موقعے پر اصلاح حال اور حفظ مصالح کیلئے جو کچھ کر سکتی تھی اس میں کوتاہی نہ کرتی اب فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس نے ایسا کیا یا نہیں؟

ہر انسان جس کا تعصب اس درجے تک نہ پہنچا ہو کہ حقائق کے انکار پر آمادہ ہو جائے تسلیم کرے گا کہ خلافت کمیٹی نے حملۂ طائف کی خبر سنتے ہی وہ سب کچھ کیا جو مسلمانان ہند یا کوئی ایسی ہی جماعت موجودہ حالات میں کر سکتی تھی۔ اس نے نجد کے حملے کی خبر سنتے ہی امیر ابن سعود کے نام پے در پے پیامات بھیجنے شروع کر دیئے جن میں جنگ وخون ریزی کے امتناع اور تمام مقامات و مزارات حجاز کی حفاظت کیلئے صاف صاف لفظوں میں زور دیا گیا تھا۔ امیر ابن سعود کی جانب سے جو جوابات موصول ہوئے وہ مع کمیٹی کے پیغامات کے ہر وقت مشتہر ہوتے رہے۔ لڑائی کی نسبت امیر موصوف کا جواب تھا کہ ذمہ داری ان پر نہیں شریف پر ہے۔ مقدس مقامات کے حفظ واحترام کی نسبت جواب وہی تھا جو قدرتی طور پر مسلمان کا ہو سکتا ہے۔

یعنی ان کا پورا احترام ملحوظ رہے گا خلافت کمیٹی نے اس پر بھی قناعت نہیں کی۔ ایک وفد بھیجا تا کہ ابن سعود سے مل کر مستقبل حجاز پر گفت و شنید کرے اور اہل نجد کے طرز عمل اور قبضہ حجاز کے نتائج کا بہ چشم خود معائنہ کرے ہر شخص جانتا ہے اس وفد کی تحقیق و معائنے میں جو حکومت حائل ہوئی، وہ ابن سعود کی نہ تھی جو بار بار دعوتیں دے رہا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا اور انتظار کر رہا تھا بلکہ امیر علی اور اس کی مفسدانہ اور خود ساختہ حکومت جدہ کی تھی جس نے وفد کو آگے بڑھنے کا موقع دینے سے قطعی انکار کر دیا، (تاہم سلطان عبدالعزیز بن سعود کے متبادل انتظامات کی وجہ سے دیگر حاجیوں کے ساتھ وفد خلافت کمیٹی بھی حجاز پہنچا)

ان نمائندوں نے وہاں جا کر امیر ابن سعود کے حسن انتظامات و ادارات کے ہر طرف مناظر دیکھے، وہاں یہ بات بھی دیکھی اور معلوم کی کہ بعض قبائل نجد نے داخلہ مکہ کے بعد بعض مقابر و مشاہد کے گنبد گرا دیئے اور بعض کے بعض حصص عمارت منہدم کر دیئے۔ انہوں نے اس بات پر پوری سرگرمی کے ساتھ اعتراض کیا اور آئندہ کیلئے اطمینان چاہا کہ ایسے واقعات ظہور میں نہ آئیں گے۔ امیر موصوف نے پوری کشادہ دلی اور آمادگی کے ساتھ اعتراضات سنے، حقیقت حال واضح کی اور آئندہ کیلئے وضاحت اور وثوق کے ساتھ اطمینان دلایا۔ ہر طرح کی غلطی اور غلط فہمی برداشت کی جا سکتی ہے لیکن جہل و تعصب کا کیا علاج ہے؟ جن گرفتاران جہل نے سمجھ بوجھ اور انصاف کے خلاف قسم کھالی ہو، انہیں کوئی سمجھائے تو کیونکر؟ ہم علم و انصاف سے اپیل کر سکتے ہیں لیکن علم و انصاف خلق نہیں کر سکتے، معاملات حجاز میں ہمارا سابقہ شریف حسین سے بھی رابطہ ہو چکا ہے، اب امیر ابن سعود سے بھی درپیش ہے جو واقعات پیش آئے اور پیش آ رہے ہیں، تمام دنیا پر آشکارا ہیں جوش میں آنے اور لڑ مرنے کی کوئی بات نہیں، ٹھنڈے دل سے صرف اتنی بات پر غور کر لو کہ جہاں تک ہماری کوشش اور اس کی اثر پذیری کا تعلق ہے۔ ان دونوں زمانوں میں صورت حال کیا رہی ہے۔ اس کے بعد مولانا نے بتلایا ہے کہ شریف حسین کے پاس سوائے انگریز کے پرفریب وعدوں کے کوئی قوت نہ تھی۔

۲۔ مرکز اسلام میں اس کا الحاد و ظلم اور فتنہ و فساد اس درجے کا تھا کہ پوری تاریخ اسلام میں بہ حیثیت مجموعی اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

۳۔ کامل نو سال تک نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ دنیا کے مسلمان اس سے بیزار رہے اور اس کی مخالفت وسرزنش میں ہم آہنگ۔

باایں ہمہ اس نے ایک لمحے کیلئے مسلمانان ہند یا کسی حصہ عالم کے مسلمانوں کا اتنا حق بھی تسلیم نہیں کیا کہ اپنی خواہشیں اس کے اعمال کے خلاف پیش کریں۔ تمام دنیا کے مسلمان ایک مرتبہ بھی اس میں کامیاب نہ ہو سکے کہ اس کے ظالمانہ و مستبدانہ اعمال کے کوئی ایک احتجاج یا اعتراض تسلیم کرائیں یا کوئی وعدہ، کوئی اعتراف، کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح کی بھی اطمینان دہی کا احساس حاصل کر سکیں۔

لیکن اس کے برخلاف امیر عبدالعزیز ابن سعود عرب کی سب سے مسلح قوت کا مالک ہے۔ اس نے بزور شمشیر شریف حسین کو فرار پر مجبور کیا اور حجاز پر قابض ہو گیا۔

۲۔ اس نے مرکز اسلام کو ایک ایسے فتنے سے پاک کیا جس کا ازالہ تمام مسلمانان عالم پر فرض کفایہ تھا۔

۳۔ اس کا داخلہ حجاز کیلئے امن وانتظام کی بشارت تھا۔ اس نے اپنی حیرت انگیز قوت، تدبر وسیاست سے وہاں کی تمام روایتی بدامنیاں دور کر دیں۔ عرصے کے بعد وہاں حجاج کو امن وعدالت کی صورت میں نظر آئی۔

بایں ہمہ مسلمانانِ ہند کے نمائندے جاتے ہیں اور اس کی فوج اور اس کے فرستادہ شریف خالد کی اس کاروائی پر اعتراض کرتے ہیں کہ بعض مقابر ومشاہد کے گنبد گرا دیئے گئے، ان عماراتِ محدثہ کے گرانے کے باب میں اگرچہ اس کے پاس دلائل شرع کا انبار ہے۔ تاہم وہ مسلمانان ہند کے حق اعتراض کا اعتراف کرتا ہے، اعلان عام کرتا ہے اور ہر طرح اطمینان دلاتا ہے کہ اس طرح کا کوئی واقعہ ظہور میں نہ آئے گا۔ اب اللہ کیلئے انصاف کرو، دونوں حالتوں میں سے کونسی حالت قابل اطمینان ہے؟ کیا فہم وانصاف کا اس قدر قحط ہو گیا کہ اتنی صاف اور قطعی بات بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے گی۔ ﴿فما لهؤلآء القوم لا يكادون يفقهون حديثا﴾۔ (تبرکات آزاد، صفحہ۲۷۲، ۲۷۷)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا یہ پورا مضمون بڑا اہم اور قابل مطالعہ ہے۔ راقم نے اس کے ضروری حصے ہی نقل کیے ہیں جن سے سلطان عبدالعزیز کے مذہبی مخالفین کے اعتراضات کی پوری حقیقت واضح اور سلطان مرحوم کے اقدامات کی تائید وتصویب اور اس کی مومنانہ فراست اور خداداد صلاحیت نظم وتدبیر آشکارا ہو جاتی ہے۔

مولانا ظفر علی خانؒ کا نعرہ حق

مولانا ظفر علی خانؒ نے بھی متعدد نظموں میں سلطان عبدالعزیز مرحوم اور ان کے مخالفین کے بارے میں اظہار رائے کیا ہے۔ ذیل میں ان کی نظموں سے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں فرماتے ہیں:

خطرہ ہے شرقِ اردن وطرفِ عراق سے
ابن سعود شاہِ شریعت نواز کو
یہ اس لیے کہ نجد میں اس نے کیا ہے فاش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین مبین کے تیرہ صد سالہ راز کو
اسلام کو عرب میں جو قرنوں سے ہے نصیب
کھونا وہ چاہتا نہیں اس امتیاز کو
ابن سعود کو ملا مرتبہ یداللّٰہی
تازہ بہانہ مل گیا رحمت کردگار کو
آذریوں کو بزم میں مہلت رقص بھی نہ دی
مصطفوی ﷺ چراغ نے بولہبی شرار کو
نجدیوں پر تھوپ دو الزام توہینِ حرم
خواہ انہوں نے بُرجی اس کی ایک بھی ڈھائی نہ ہو
نہ بچا فریب فرنگ سے کوئی تاجور کوئی باجور
مگر اک حرم کا وہ پاسباں، جو ہے سر بہ سجدہ نماز میں
نہیں فیض ابن سعود کا، یہ ہے لطف رب ودود کا
کہ سلف کے عہد کی رونقیں نظر آرہی ہیں حجاز میں

مولانا ظفر علی خانؒ کی یہ نظمیں ان کے مجموعہ ہائے کلام (بہارستان وغیرہ) میں دیکھی جاسکتی ہیں اس عجالہ نافعہ میں ان کے نقل کرنے کی زیادہ گنجائش نہیں ہے تاہم دو شعر اور سن لیجئے جس میں مسئلہ انہدام قبور میں شیعہ بریلوی اتحاد کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے مظاہر آج بھی حضرات شیعہ کے کفریہ عقائد اور حرمین شریفین کے بارے میں ان کے مکروہ اور گھناؤنے عزائم واضح ہوجانے کے باوجود نظر آرہے ہیں۔

بہرحال مولانا ظفر علی خان مرحوم اس ''ثنویت پسند'' اتحاد ''ثنویت'' کے بارے میں فرماتے ہیں۔

شیعہ بریلوی سے گلے مل رہا ہے آج
اور لکھنو میں دونوں کا قارورہ مل گیا
شیعوں اور سنیوں میں ہو چلا ہے اتحاد
یہ بھی اک ساز کہیں یا دو کلیسائی نہ ہو

اور ''کلیسائی سازش'' کا یہ دائرہ مزید وسعت اختیار کرتا نظر آرہا ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض ملکوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور علاقوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ایرانی انقلاب کی حمایت میں سرگرم ہیں جو اسلامی حکومت کے قیام کے داعی اور علمبردار ہیں۔ اور یہ ''تثلیث'' خوش نما عنوانات سے افتراق وانتشار کا وہ پرانا فتنہ پھر سے کھڑا کرنے کی مذموم کوشش کررہی ہے جو ماہ وسال کی گردشوں میں دب گیا تھا۔

بہرحال گزشتہ تفصیلات اور اکابر اہل علم کے بیانات سے واضح ہے کہ سلطان عبدالعزیز پر مقدس مقامات کی بے حرمتی کا الزام بے ثبوت اور خانہ ساز ہے بعض پختہ قبریں یا ان پر بنے ہوئے گنبد اگر کہیں ڈھائے گئے ہیں تو اس سے مقصود کسی کی اہانت وتنقیص ہرگز نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کا حکم سمجھ کر ہی ایسا کیا گیا ہے۔

سلطان عبدالعزیز مرحوم کا یہ چیلنج ابھی تک تشنہ جواب ہے کہ اگر دنیا کے محقق علماء شریعت اسلامیہ کی رو سے پختہ قبروں اوران پر گنبد وغیرہ تعمیر کرنے کا جواز واستحباب مہیا کردیں تو میں ان آثر ومبانی کو دوبارہ سونے چاندی سے تعمیر کرنے کیلئے تیار ہوں افسوس ہے کہ اس چیلنج کو تو اس کے مذہبی مخالفین نے قبول نہیں کیا اور کوئی معقول ثبوت قبروں کے پختہ بنانے اور ان پر قبے تعمیر کرنے اور وہاں دیگر امور ومراسم کی ادائیگی کا تو پیش کیا نہیں لیکن آج جب کہ یہ بحث کبھی کی ختم ہو چکی ہے، اسے دوبارہ اٹھا کر اس سعودی حکومت کے خلاف عوام کے ذہنوں کو مسموم کرنے کی سعی کی جارہی ہے جو اس وقت اپنی بعض کوتاہیوں کے باوصف عالم اسلام کی ایسی واحد اسلامی مملکت ہے جہاں اسلامی سزائیں نافذ ہیں اور عدل وانصاف کا دور دورہ ہے اور عالم اسلام اور مسلمانان عالم کی فلاح وبہبود کیلئے اس کے خزانوں کا منہ کھلا ہوا ہے۔ اور جس کے حسن انتظام وسعی سے اطراف واکناف عالم میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام پورے خلوص اور تن دہی سے جاری ہے اور پاکستان کے ساتھ بالخصوص جس کے خصوصی برادرانہ وہمدردانہ تعلقات ہیں اور اس کے عسر ویسر کا وہ بے لوث ساتھی ہے۔

الغرض جس لحاظ سے بھی دیکھا جائے سعودی حکومت کے خلاف اس انداز کی مہم جس کا مظاہرہ ''حج سیمینار''، ''القدس سیمینار'' اور یوم جنت البقیع'' اور ''حجاز کانفرنس'' وغیرہ میں دیکھنے میں آرہا ہے کوئی جواز نہیں ہے اس لئے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ایک طرف تو یہ تحقیق کی جائے کہ اس پردہ زنگاری کے پیچھے کون ہے؟ اس کے محرکات ودواعی کیا ہیں؟ اور وہ اصل ہدایت کار کون ہے جس کی تحریک وایماء پر یہ اداکاری کی جارہی ہے؟ اور دوسری طرف اس فتنے کی سرکوبی اور شرک وبدعت کے استیصال کیلئے تمام موحد مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے تیسرے نمبر پر جن شاہینوں کو ''صحبت زاغ'' نے خراب کردیا ہے اور وہ ایرانی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر ایران کے مکروہ عزائم کی تقویت کا باعث بن رہے ہیں انہیں سمجھایا جائے اور ان کے دلوں کو شرک وبدعت کی آلائشوں سے پاک کر کے انہیں توحید وسنت کے نور سے منور کیا جائے۔

© rasailojaraid.com